سوال

(56) محفل میلاد میں شرکت کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برائے مہربانی اس بات کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں کریں کہ کیا میلاد کی محفل میں شرکت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس بات کی اجازت ہے تو کس صورت میں ایسی محفل میں شرکت کی اجازت ہے؟ (جیب الرحمٰن، بریڈفورڈ)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

لاریب کہ عید میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے اور مروجہ عید میلاد النبی کے جلسے، جلوس یا محفل میں شرکت کرنا ایک بدعت کو تقویت دینا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''من أحدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فہورد،،

''ہمارے اس کام میں جو شخص کوئی نئی چیز ایجاد کرتا ہے جو اس میں نہیں تھی، وہ مردود ہے۔،،

(بروایت عائشہؓ) آپ ﷺ نے فرمایا:

(من عمل عملا لیس علیہ امرنا فہورد)

''جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جو ہمارے اس کام سے موافقت نہ کرتا ہو تو وہ مردود ہے۔،،

(بروایت انس) آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

(کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار)

''ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔،،

رسول اللہ کے ان اقوال سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(1) نئی چیز سے مراد دین سے متعلق نئی چیز ہے، نہ کہ دنیوی اعتبار سے، اس لیے کار، جہاز وغیرہ کی سواری کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

(2) نئی چیز کا ایجاد کرنے والا ہو یا اس پر عمل کرنے والا، دونوں کا عمل رد کرنے کے لائق ہے۔

(3) بدعت کسی لحاظ سے بھی مستحسن نہیں ہو سکتی بلکہ وہ موجب نار ہی کہلائے گی۔

امام شاطبی نے بدعت کی تعریف یوں بیان کی ہے :

(طریقۃ فی الدین مخترعۃ تضاہی الشرعیۃ یقصد بالسلوک علیہا المبالغۃ فی التعبد للہ سبحانہ)

''دین میں ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو شرعی طریقے سے مشابہت رکھتا ہو اور اس پر چلنے سے مقصد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ آرائی کی جاسکے۔،، (الاعتصام: 1 37)

عید میلاد النبی ﷺ کو اگر اس تعریف پر پرکھا جائے تو یہ تعریف اس پر پورے طریقے سے صادق آتی ہے۔

اولاً: خیر القرون کو تو چھوڑیئے، اسلام کی پہلی چھ صدیوں میں عید میلاد النبی ﷺ کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس بدعت کا موجد 604ھ میں عراق کے شہر اربل کا حکمران ابو سعید کوکری تھا جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے رسالے ''حسن المقصد فی عمل المولد،، میں لکھا ہے۔

ثانیاً: اسے ایک شرعی تہوار (جیسے عید الفطر یا عید الاضحیٰ) سے مشابہت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ثالثاً: اسے ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے جو اس بدعت کا قائل نہ ہو اس پر نکیر کی جاتی ہے، اسے وہابی کا نام دے کر بدنام کیا جاتا ہے۔

ابن حجر ہیثمی نے بدعت کی تعریف یوں کی ہے :

ہی مالم یقم دلیل شرعی علیٰ أنہ واجب أو مستحب

''بدعت وہ چیز ہے کہ جس کے وجوب یا استحباب پر کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔،،

اب ظاہر ہے شرعی دلیل کتاب و سنت ہی سے لائی جاسکتی ہے اور یہ دونوں اس بدعت کے ذکر سے خالی ہیں۔

بدعت کی تیسری تعریف یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہو، نہ خلفائے راشدین ہی کی سنت سے کیونکہ آپ ﷺ فرماگئے ہیں :

(علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین من بعدی)

''میری سنت کو اور میرے بعد آنے والے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔،،

حضرت حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں: ''ہر وہ عبادت جسے صحابہ نے نہ کیا ہو تو اسے نہ کرو۔،، (متقدمین اور متاخرین بہت سے علماء نے حضرت حذیفہ بن یمان کا یہ فرمان سنن ابی داؤد کے حوالے سے لکھا ہے۔ اختصار کی غرض سے متقدمین میں سے صرف امام ابو شامہ مقدسی (م:665ھ) کا حوالہ دیتا ہوں، انہوں نے اپنی کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، ص16 پر یہ فرمان لکھا ہے۔ اسی طرح متاخرین نے بھی یہ فرمان نقل کیا ہے لیکن موجودہ مطبوع سنن ابی داؤد میں یہ فرمان موجود نہیں ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ ماضی میں سنن ابی داؤد کے کسی نسخے میں یہ قول ضرور موجود رہا ہے لیکن وہ مسلمانوں کی شکست وریخت کی نذر ہو گیا ہے اور متقدمین نے اسی نسخے سے یہ قول لیا ہے اور متاخرین

نے متقدمین کی نقل میں سنن ابی داوٗد کی طرف اس قول کو منسوب کر دیا ہے۔ (ناصر)

اور جیسے آپ کے فعل کی متابعت کرنا سنت کہلاتا ہے اسی طرح صحابہ کرام   اس فعل کو چھوڑ دیا کرتے تھے جسے رسول اللہ ﷺ نے بھی چھوڑ دیا تھا، الا یہ کہ چھوڑنے کا سبب معلوم ہو گیا ہو جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک خاص جانور (گوہ) کا کھانا چھوڑ دیا تھا، صحابہ کرام نے جب اس کا سبب پوچھا تو آپ نے بتایا کہ یہ میرے وطن میں نہیں پایا جاتا، اس لیے مجھے اس سے کوئی رغبت نہیں ہے۔ (صحیح البخاری، الذبائح، حدیث: 5537، وصحیح مسلم، الصید والذبائح، حدیث: 1945)

اس بات کی مزید وضاحت کے لیے عرض ہے کہ اگر کسی فعل کے کرنے کا جواز نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا اور اس کے کرنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہین تھی، پھر بھی آپ ﷺ نے اسے نہیں کیا تو اس کا نہ کرنا (اسے چھوڑ دینا) ہی سنت ہو گا جیسا کہ کسی کی ولادت کا دن منانا۔

اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عیسائی حضرت عیسیٰ کو یوم پیدائش منایا کرتے تھے۔ گویا بات اس زمانے میں معروف تھی اور اگر نبی اکرم ﷺ اپنا یا اپنے آباؤ اجداد (حضرت ابراہیم   یا حضرت اسماعیل) کا دن منانا چاہتے تو اس کا جواز موجود تھا اور ایسی کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے آپ ﷺ یہ تہوار منانے سے رک گئے ہوں لیکن اس کے باوجود بھی آپ نے کسی کا یوم ولادت نہیں منایا تو ایسا نہ کرنا ہی سنت ہے۔ اب ایک دو مثالیں اس قاعدہ کے مطابق ملاحظہ فرمائیں:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کعبہ کی عمارت مکمل طریقہ سے تعمیر شدہ نہیں تھی بلکہ دور جاہلیت میں عربوں نے سیلاب کے بعد جب کعبہ کی عمارت بنائی تو ان کی حلال کمائی کا پیسہ ساری عمارت کی تکمیل کے لیے ناکافی رہا، چنانچہ انہوں نے وہ حصہ چھوڑ دیا جو حطیم کہلاتا ہے اور جہاں تقریباً ڈیڑھ میٹر بلند نیم دائرہ شکل کی دیوار موجود ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کے لیے کعبہ کی عمارت کو مکمل کرنے کا جواز موجود تھا لیکن ایک رکاوٹ کی وجہ سے آپ ایسا نہ کر سکے۔ اس رکاوٹ کا بیان آپ ﷺ نے ان الفاظ میں حضرت عائشہ ؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کیا: ''عائشہ! اگر تمہاری قوم (قریش) نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو حضرت ابراہیم   کی بنیادوں پر کھڑا کر دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا، ایک داخل ہونے کے لیے اور دوسرا نکلنے کے لیے۔،،

(صحیح البخاری، العلم، حدیث: 126، وصحیح مسلم، الحج، حدیث1333)

گویا آپ نے اپنے ارادے کو اس لیے جامہ عملی نہیں پہنایا کہ اگر وہ ایسا کر بیٹھتے تو قریش کے نئے نئے مسلمان ایک ہنگامہ بپا کر دیتے کہ محمد ﷺ نے تو ہر چیز بدل ڈالی ہے یہاں تک کہ کعبہ کو بھی بدل ڈالا ہے، چنانچہ کعبہ کی عمارت اسی طرح چلی آئی جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی۔ عبداللہ بن زبیر   نے اپنے زمانہ خلافت میں رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ خواہش کو پورا کرنے کے لیے کعبہ کی تعمیر مکمل کروادی اور اس کے دروازے بھی بنوادیے، کسی صحابی نے سا عمل کو بدعت قرار نہیں دیا کیونکہ یہ بدعت کی تعریف میں نہیں آتا تھا۔

اب ہوا کہ جب بنو امیہ کی حجاز کی بازیابی کے لیے ابن زبیر سے جنگ ہوئی تو حجاج نے فتح حاصل کرنے کے بعد ابن زبیر کی مخالفت میں کعبہ کو از سر نو پہلی حالت پر لوٹا دیا۔ ابن زبیر کی تعمیر 64ھ ہوئی اور دس سال بعد حجاج کی تعمل عمل میں آئی۔

عباسی خلیفہ محمد مہدی بن منصور نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں کعبہ کی تکمیل کرنا چاہی لیکن امام مالک نے اسے مصلحتاً اس کام سے روک دیا۔ وہ مصلحت یہ تھی کہ کعبہ بادشاہوں یا خلفاء کے درمیان ایک کھیل بن کر رہ جائے گا۔ ایک بادشاہ اسے تعمیر کرے گا اور دوسرا بادشاہ صرف مخالفت کی بنا پر اسے گرا دے گا، چنانچہ ابن منصور نے امام مالک کی بات مان لی اور اس وقت سے کعبہ اس حالت میں ہے جس حالت میں رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑا تھا۔

دوسری مثال نماز تراویح کا با جماعت ادا کرنا ہے۔ حضرت عمر   نے اپنے زمانہ خلافت میں لوگوں کو رمضان کی راتوں میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے دیکھا تو انہوں نے حضرت ابی بن کعب کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کی جماعت کے ساتھ گیارہ رکعت پڑھا دیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

کیا آپ ﷺ کے زمانہ میں تراویح پڑھنے کا جواز پیدا نہیں ہوا تھا؟

جواباً عرض ہے کہ تراویح رات کی نماز (قیام اللیل) کا نام ہے، رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی رات کی نماز گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔ ماہ رمضان میں تین دن آپ نے لوگوں کے ساتھ جماعت کی شکل میں بھی ادا کی لیکن چوتھے دن لوگوں کے اصرار کے باوجود آپ ﷺ اپنے حجرے سے اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کے لیے نہیں آئے۔

جب لوگوں نے اصرار بڑھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے۔،،

اس مثال سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تراویح باجماعت کا جواز موجود تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایک رکاوٹ کی بنا پر اسے تسلسل کے ساتھ ادا نہیں کیا، وہ اس لیے کہ وحی کا نزول جاری تھا اور عین ممکن تھا کہ یہ نماز فرض قرار دے دی جاتی۔

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد یہ رکاوٹ باقی نہ رہی، یعنی اب وحی آنے کا اور تراویح باجماعت فرض ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہا، اس لیے حضرت عمر نے اس سنت کو دوبارہ جاری کردیا۔

بعض دفعہ مصالح مرسلہ اور بدعت گڈمڈ ہوجاتے ہیں شریعت نے پہلے کا اعتبار کیا ہے لیکن دوسرے کا نہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصالح مرسلہ کے بارے میں وضاحت کردی جائے، مصلحت مرسلہ کی تعریف یہ ہے:

اَن یناط الامر باعتبار مناسب لم یدل الشارع علی اعتبارہ ولا الغاءہ الا انہ ملائم لتصرفات الشارع

''کسی ایک کام کے لیے ایسی بات کا لحاظ رکھا جائے جس کا شارع (شریعت دینے والے) نے نہ اعتبار ہی کیا ہے اور نہ اسے غلط ہی قرار دیا ہے مگر یہ بات شارع کے تصرفات سے مناسبت رکھتی ہے۔،، (موسوعۃ فقہ العبادات از علی بن نایف الشحود، باب الصلاۃ التراویح)

اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں قرآن کو ایک مجلد میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔ یہ کام حضرت ابوبکر کے زمانے میں ہوا۔ (صحیح البخاری، فضائل القرآن، حدیث 4986)

یہاں پر حفظ قرآن کا لحاظ رکھا گیا کیونکہ آپ ﷺ نے خود اپنی زندگی میں حفظ قرآن پر زور دیا۔

حضرت عمر نے یہ حکم جاری کیا کہ اگر ایک آدمی کے قتل میں پوری ایک جماعت کا قتل کیا جائے گا۔ (مصنف ابی شیبہ: 9 347، وموطا امام مالک، الدیات، حدیث: 670)

یہاں پر حفاظت جان کا لحاظ رکھا گیا، جس کا قرآن میں صراحتاً ذکر ہے۔

خلفائے راشدین نے کاریگروں کو ضامن ٹھہرایا، اگر وہ لوگوں کی دی ہوئی چیزوں کو بناتے وقت ضائع کردیں، یعنی درزی کو سینے کے لیے کپڑا دیا گیا تو اسے نے اتنی کانٹ چھانٹ کی کہ کپڑا ہی ضائع ہوگیا۔ حضرت علی نے اس بارے میں عمومی بھلائی کو ایک آدمی کی بھلائی پر ترجیح دی۔ (مصنف عبدالرزاق: 8 217. یہ روایت بالمعنیٰ ہے۔ اور شدید ضعیف بلکہ موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں یحیٰ بن علاء نامی راوی کذاب ہے، نیز محمد بن باقر کا حضرت علی ﷺ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (ناصر)

اس طرح اگر بیت المال میں پیسہ نہ رہے تو حکومت دولت مند حضرات پر سرحدوں کے حفاظت کے لیے ٹیکس عائد کرسکتی ہے۔ یہاں ملک کی حفاظت کا پہلو پیش پش ہے۔

مصلحت اور بدعت میں فرق یہ ہے کہ مصلحت کسی ضروری امر کی حفاظت کے لیے یا دین میں کسی شدید مشکل کے ازالے کے لیے ہوتی ہے اور اس کا تعلق عموماً وسائل

سے ہوتا ہے اور اس کا دائرہ کار معقولات (جسے عقل پرکھ سکتی ہے) تک محدود ہے۔

برخلاف بدعت کے کہ نہ وہ کسی ضروری امر کی حفاظت ہی کے لیے ہوتی ہے اور نہ ہی کسی مشکل کا ازالہ ہی کرتی ہے۔ اس کا تعلق بھی مقاصد سے ہوتا ہے اور اس کا دائرہ کار عبادات تک محدود ہوتا ہے کہ جس کا راز صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

عید میلاد النبی ﷺ کو اس معیار پر پرکھ لیں، تب بھی وہ بدعت ہی کے دائرے میں داخل ہوگی نہ کی مصلحت کے۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی کرتا چلوں جس کے بارے میں مجھ سے زبانی طور پر تو پوچھا گیا ہے، گو مذکرہ سوال میں اس کا تذکرہ نہیں اور وہ یہ کہ اس سال 15 مئی (14 ربیع الاول 1424ھ) کو کنزرویٹو پارٹی کے زیر سایہ ایک میلاد فنکشن میں راقم الحروف نے کیوں شرکت کی؟ واضح رہے کہ یہ غلط فہمی ''دی مسلم، ہفتہ وار اخبار کی ایک خبر کی اشاعت سے پیدا ہوئی۔

اس تقریب کا پس منظر یہ ہے کہ مجھے کنزرویٹو پارٹی کے ہیڈ آفس (لندن) سے 22 اپریل کا تحریر کردہ ایک دعوت نامہ موصول ہوا، جس کا پہلا فقرہ یہ تھا: ''میلاد النبی کے موقع پر نبی محمد (ﷺ) کی انسانیت کے لیے کی گئی کوششوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک تقریب کا اہتمام کیا جا رہا ہے، جس میں آپ کی شرکت ہمارے لیے باعث مسرت ہوگی۔،، جگہ اور مقام کے تعین کے بعد لکھا ہے: 'کنزرویٹو پارٹی کے سرکردہ قائدین سے ملاقات کا یہ ایک بہترین موقع ہوگا۔،، (ترجمہ از انگریزی)

مجھے اس سے قبل لیبر پارٹی کی جانب سے منعقدہ عید ملن پارٹیوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے جو پارلیمنٹ کے ایک گوشے میں ہوتی رہی ہیں۔ ان پارٹیوں کا سارا پروگرام چند مختصر تقاریر تک محدود رہا ہے، جس میں چند مسلمانوں کے نمائندے اور کچھ لیبر پارٹی کے سرکردہ قائدین بشمول وزیر اعظم شامل رہے ہیں۔ کھانا صرف چائے اور اس کے لوازمات سے آگے نہیں بڑھا ہے۔

مذکورہ دعوت نامہ ملنے کے بعد میرا ذہنی تاثر یہی تھا کہ لیبر پارٹی کی طرح کنزرویٹو پارٹی بھی سیاسی سطح پر مسلمانوں کو قریب کرنا چاہتی ہے، اس لیے اس نے میلاد النبی کی مناسبت سے یہ ایک سیاسی تقریب کر ڈالی ہے، جس کا نہ عید میلاد النبی ہی سے کوئی تعلق ہے (خط میں ''عید،، کا ذکر نہیں ہے) اور نہ کسی بدعت کا احیاء مقصود ہی ہے کہ ابھی تک کنزرویٹو پارٹی مشرق بہ اسلام نہیں ہوئی۔ اس تقریب میں جو کہ پارٹی کے ہیڈ کوارٹر میں ہوئی، اس تاثر کو مزید تقویت ملی۔

عالم انگریزی تقریبات کی طرح اکثر لوگ سارا وقت کھڑے رہے۔ دیوار کے ساتھ چند کرسیاں نظر آئیں، جن پر علماء کا قبضہ رہا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد چند مختصر تقاریر ہوئیں بلکہ ایک موقع پر منتظم نے اعلان بھی کیا کہ پارلیمنٹ میں کسی ایک خاص موضوع پر رائے شماری ہو رہی ہے، اس لیے ہم ممبران حضرات چند لمحوں کے لیے اس تقریب سے غیر حاضر رہیں گے اور رائے شماری کے فوراً بعد واپس آ جائیں گے۔

تقریر کرنے والوں میں ایم سی بی کے سیکرٹری اقبال سکرانی اور کنزرویٹو پارٹی کے لیڈر ڈنکن سمتھ شامل تھے۔ حاضرین کو تواضع حسب معمول چائے اور اس کے لوازمات کی گئی اور تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

بر سبیل تفنن عرض ہے کہ جونہی ہال میں داخل ہوا تو یو ایم او کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر عزیز پاشا سے ملاقات ہوئی۔ ان کے پہلو میں جناب شاہد رضا بھی کھڑے تھے، چونکہ ڈاکٹر صاحب ہر سال عید میلاد النبی کے نام سے ایک تقریب منعقد کرتے ہیں اور مجھے بھی دعوت دیتے ہیں اور میں کبھی اس دعوت میں شریک نہیں ہوا، اس لیے ان کا مجھے دیکھتے ہی نعرہ مارنا کہ تم یہاں کیسے؟ بالکل قدرتی تھا۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے انہیں جواب دیا کہ یہ میلاد تو نہیں ہے جس میں مروجہ میلاد کے لوازمات (قراءت بردہ شریف، کھڑے ہو کر سلام پڑھنا، شیرینی کی تقسیم، قوالی، رسول اللہ ﷺ کی حاضری کا عقیدہ رکھنا وغیرہ وغیرہ) پائے جاتے ہوں یہ تو وہابی جلسہ سیرت زیادہ مشابہ ہے۔

اور غالباً یہی وجہ تھی کہ نہ صرف میں بلکہ متعدد دیوبندی علماء بھی اس محفل میں شریک ہوئے۔ خیال رہے کہ بربنائے حدیث (انما الاعمال بالنیات) صحیح البخاري، بدء الوحی، حدیث 1، و صحیح مسلم، الامارۃ، حدیث: 1907

اور فقہی قاعدہ کلیہ (الامور بمقاصدہا) ہر کام کے جواز یا عدم جواز میں اس کام کا مقصود نظر سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے۔ پانی کی بوتل پر شراب کا لیبل لگانے سے وہ شراب میں تبدیل نہیں ہوجاتی اور نہ شراب کی بوتل پر پانی کا لیبل ہی اسے طاہر ومطہر بنا دیتا ہے۔

کنزرویٹو پارٹی کا اس تقریب کے انعقاد سے مقصد کے خط سے ظاہر ہے جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے اور راقم الحروف کی شرکت پر آمادگی کا پس منظر بھی بیان ہوچکا ہے، اس لیے اس سلسلے میں کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہنی چاہیے۔

البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی تقریبات سے عمائدین اسلام کو اس لیے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ پریس انہیں ان کی کردار کشی کے لیے استعمال نہ کرسکے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔

میری محبان سنت سے گزارش ہے کہ ایسی تقریبات میں شرکت کے مصالح اور مفاسد کا اندازہ کرلیا جائے اور اگر مصالح کا پہلو غالب ہو تو پھر شرکت کی جائے ورنہ احتراز کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد11